بار اوّل ۳۳۰۰

سلسلہ نمبر 48

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَۃً (رواہ البخاری)

ماخوذ

مواعظ حکیم الامت (محشّٰی)

جلد ۲

وعظ

مضار المعصیۃ

گناہ کا نقصان

از افادات

حکیم الامت مجددِ الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۸

فون پرانی انار کلی: 7353728 کامران بلاک: ۷۲۸۰۶۰ 5222213

دسمبر ۱۹۹۷ء

شعبان ۱۴۱۸ھ

سلسلہ نمبر ۴۸

بار اول ۳۳۰۰

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً ط (رواہ البخاری)

وعظ

مضارُ المعصیة

گناہ کا نقصان

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۴
فون پرانی انار کلی: ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۴۴۸۰۶۰۰ ۵۲۲۲۲۱۳

شعبان ۱۴۱۸ھ

دسمبر ۱۹۹۷ء

فہرست مندرجات

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
	مضار المعصية	
۱	خطبہ ماثورہ	۲
۲	تمہید	۲
۳	اجمالی مضامین	۵
۴	ضرر گناہ	۷
۵	معصیت کا وبال	۱۰
۶	گناہ کا نیکی پر اثر	۱۲
۷	اسلام فہمی کی حقیقت	۱۳
۸	تہذیب اسلام	۱۵
۹	آداب بزرگان	۱۶
۱۰	ممانعت اخفاء	۱۸
۱۱	تعلیم ادب	۲۱
۱۲	اثر ایذائے رسول	۲۳
۱۳	بے برکت نیکی	۲۵
۱۴	نفس سے کام لینے کا طریقہ	۲۶
۱۵	بعنان کے اثرات	۲۹
۱۶	پیٹ کا گناہ	۲۹

خطبۂ ماثورہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم. امّا بعد فقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حق الصائم. من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للہ حاجۃ فی ان یدع طعامہ وشرابہ.

(حضور ﷺ نے روزے دار کے حق میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے قول باطل اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے)

تمہید

یہ عبارت ایک حدیث کا جزو یاد پڑتا ہے یا یہ پوری حدیث ہو یا اس کے قریب لفظ ہوں بہرحال، یہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے روزے کے بارے میں اور ہر چند کہ رمضان سے قبل ایک اور جمعہ بھی آنے والا ہے مگر چونکہ وہ جمعہ غالباً سفر میں ہوگا اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ آج ہی رمضان کے متعلق کچھ مختصر بیان کردیا جائے اور اتفاق سے اس کے ساتھ ہی ایک مضمون موعود[1] بھی بیان ہوگا جس کا

---

(۱) ایک اور مضمون جس کے بیان کرنے کا پہلے کسی وعظ میں وعدہ فرمایا تھا

خیال بہت دنوں سے تھا مگر خدا تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ چونکہ وہ مضمون علمی مضمون ہے عوام کی سمجھ میں نہ آسکتا تھا اس لیے ایک ایسے مضمون کے ساتھ جو کہ عام فہم بھی ہے اور دلچسپ بھی ہے بیان ہوجائے اور وہ مضمون یہ ہے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا اور اجمالی[1] دعویٰ کیا تھا کہ ہرچند کہ طاعات[2] کا صحیح ہونا اس پر موقوف[3] نہیں کہ گناہ کو بالکل چھوڑا جائے اور یہ بات نہیں کہ گناہ کے رہتے ہوئے طاعت[4] صحیح نہ ہو لیکن طاعات کی برکت ضرور کم ہوجاتی ہے یعنی اگر کوئی نماز بھی پڑھتا ہو اور غیبت بھی کرتا ہو تو یہ نہ کہیں گے کہ غیبت کی وجہ سے نماز صحیح نہیں ہوئی جیسا بعض لوگوں کا یہ خیال ہوجاتا ہے کہ جب گناہ نہ چھوڑے تو طاعت ہی کو ترک[5] کردیتے ہیں۔ اس لیے اس مضمون کے بیان کرنے کی ضرورت ہوئی کہ اگر گناہ بھی کرے اور طاعت بھی تو دونوں کی جزا و سزا الگ الگ ہے دونوں ملے ہوئے نہیں ہیں اس لیے طاعت ہی کے ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ورنہ ظاہراً اس مضمون کا بیان کرنا بھی لوگوں کی حالت کو دیکھ کر مناسب نہ تھا کیونکہ اگر وہ اعتقاد[6] رہتا کہ گناہ کرنے سے طاعت صحیح نہ ہوگی تو شاید اس کی بدولت[7] گناہ چھوڑنے کی کوشش کرتے اور اس سے بچ جاتے اور بیان کرنے میں اندیشہ ہے بے فکر ہوجائے گا لیکن مایوسی کی مضرت[8] چونکہ بہت بڑھی ہے یعنی اگر یہ خیال ہوگیا کہ میری سب طاعات بیکار ہیں تو اس میں زیادہ مفسدہ[9] ہے اور بے فکری میں ایسا زیادہ اندیشہ نہیں کیونکہ اس میں شعائر دین[10] پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑتا اور مایوسی کی حالت میں نماز روزہ وغیرہ پر اثر پڑتا ہے کہ اس کو

---

(۱) مختصر طور پر (۲) عبادات (۳) منحصر (۴) عبادت (۵) چھوڑ دیتے ہیں (۶) یہ یقین رکھنا (۷) وجہ سے (۸) مایوسی کا نقصان بہت زیادہ ہے (۹) بگاڑ (۱۰) وہ علامات جن پر دین کی پہچان موقوف ہو شعائر کہلاتی ہیں جیسے صفا، مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔ ایسی عبادات جن کی وجہ سے ایک ملت دوسری سے ممتاز ہوجائے۔

چھوڑ بیٹھے گا یہ تو عملی اثر ہے کہ اسلام کی رونق جاتی رہے گی اور اعتقادی اثر یہ ہوگا کہ رحمت خداوندی اور بخشش سے مایوسی ہوجائے گی کیونکہ گناہوں کی پوٹ[1] ہر وقت نظر کے سامنے ہوگی اور نیکی کوئی بھی پیش نظر نہ ہوگی اس لیے شیطان مایوس کردیگا اور ایسی مایوسی کی حالت میں اگر خاتمہ[2] ہوگیا تو کفر پر خاتمہ ہوگا اور یہ شخص اپنے گناہوں سے توبہ بھی نہ کرے گا کیونکہ بالکل ناامید ہوچکا ہے تو تلافی[3] کی کوئی صورت نہ رہے گی چنانچہ بعض لوگوں کو یہ بات پیش آئی ہے الجواب[4] الکافی میں حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص سے مرتے وقت کہا گیا کہ کلمہ پڑھ لے مگر اس نے کہا کہ ایک کلمہ سے کیا ہوگا۔ میرے گناہوں کی پوٹ اتنی ہے کہ ایک کلمہ اس کو میرے سر سے اتار نہیں سکتا آخر اس میں خاتمہ ہوگیا تو چونکہ اس اعتقاد کا یہ مفسدہ[5] سخت تھا اس لیے اس کے بیان کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اور یہیں سے ان واعظین کی غلطی بھی معلوم ہوگئی ہوگی جو بیحد متشدد[6] ہیں اور اپنے تشدد کی وجہ سے صرف سخت مضامین سناتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سامعین[7] کو بالکل ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور کچھ کہا ہی نہ جائے۔ مطلب یہ ہے کہ سختی کی بھی ایک حد ہونی چاہیئے اس وقت قلوب[8] علی العموم ضعیف ہیں ان کو اگر خوش کرکے ابھارا جائے تو ان سے عمل دین کی زیادہ توقع ہے اور مایوس کرکے کوئی کام ان سے نہیں لیا جاسکتا اور اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ اس خیال کی تغلیط[9] کردیں کہ گناہ کرنے سے نیکی کا ثواب نہیں ملتا۔ اور ہرچند کہ یہ مضمون مستقل بیان[10] کرنے کے قابل تھا مگر آج کے مضمون کے ساتھ مل جانا حسن

۱۔ گناہوں کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ۲۔ انتقال ۳۔ مداوے ۴۔ کتاب کا نام ہے ۵۔ اس یقین کا یہ بہت بڑا نقصان تھا ۶۔ سخت مزاج ۷۔ سننے والوں ۸۔ دل عام طور پر کمزور ہیں ۹۔ اس خیال کو غلط ثابت کریں گے ۱۰۔ پورے وعظ میں مقصد نہ کثرت سے یہ مضمون بیان ہوا ہے تو گویا مستقل ہی ہوگیا

اتفاق ہے اور آج کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص روزے کے درمیان میں جھوٹ اور برے کام کو نہ چھوڑے تو خدا تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ شخص اپنا کھانا پینا چھوڑدے یعنی جب کام گناہ کا اور بات گناہ کی نہ چھوڑے تو کیا فائدہ روزے کا ہوا۔

اجمالی مضامین

تو میرے اس بیان کے تین جزو ہوں گے ایک یہ کہ گناہ کرنے سے نیک کاموں کا ثواب ضائع نہیں ہوتا دوسرا دعویٰ اور یہی مقصود تھا، یہ کہ ہرچند کہ ثواب ملتا ہے مگر نیک کاموں کی برکت کم ہوجاتی ہے مثلاً غیبت کی اور پھر نماز بھی پڑھی تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ نماز کا ثواب نہیں ملا لیکن نماز کی برکت ضرور کم ہوجائے گی یعنی جو نورانیت غیبت کے ترک[1] کی حالت میں نماز کے اندر ہوتی ہے وہ نورانیت اب ارتکاب[2] غیبت کے وقت نہ ہوگی اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے غذا اگر قوی تندرست کھائے تب بھی نافع اور مقوی اور بدل ما یتحلل[3] ہوگی اور مریض کھائے تب بھی۔ لیکن تندرست کو زیادہ نافع[4] ہوگی اور بیمار کم کم مثلاً اگر خمیرہ گاؤزبان عنبری کسی ایسے شخص کو کھلایا جائے جس کا معدہ خراب ہو اور ہنوز تنقیہ[5] نہ ہوا ہو تو زیادہ مفید نہ ہوگا اگرچہ کم و بیش اثر ضرور ہوگا اور اگر تنقیہ[6] کرانے کے بعد کھایا جائے تو بیحد مفید ہوگا تو گناہوں کو چھوڑنے کے بعد جو نیک کام ہوں گے ان میں زیادہ برکت ہوگی۔

تیسرا جزو بیان کا یہ ہے کہ جس کے متعلق حدیث پڑھی ہے اور مسئلہ جو کہ

۱۔ غیبت چھوڑنے کی حالت میں ۲۔ غیبت کرنے کے وقت ۳۔ جسم میں مل کر قوت کا باعث ہوگی ۴۔ فائدہ مند ۵۔ معدہ کی صفائی نہ ہوتی ہو ۶۔ دستوں کی دوا دیکر معدہ سے فاسد مادہ کو نکالنا تاکہ معدہ صاف ہوجائے

حدیث میں مصرح[1] ہے کہ جو شخص روزہ رکھکر جھوٹ بولنا نہ چھوڑے تو اس کو روزہ رکھنے سے فائدہ کیا ہوا حاصل یہ ہے کہ روزہ کے آداب ضروریہ میں سے یہ ہے کہ جیسے منہ کھانے پینے سے بند رکھتے ہیں اسی طرح دوسرے گناہوں کو بھی بالکل ترک کردیں عجیب بات ہے کہ لوگ روزے میں کھانے پینے اور صحبت[2] کے ترک کو ضروری سمجھتے ہیں اور گناہ کے ترک کو ضروری نہیں سمجھتے حالانکہ وہ تینوں کام ایسے ہیں کہ دوسرے اوقات میں حلال بھی تھے اور رمضان میں بھی رات کے وقت جائز ہیں تو جب روزے کی وجہ سے بعض حلال کام بھی حرام ہوگئے تو جو اعمال ہر وقت حرام ہیں ان کا ترک روزے میں کیوں ضروری نہ ہوگا پس اگر کسی نے روزے میں غیبت کی اور بری نگاہ سے کسی کو دیکھا تو یہ تو نہ کہیں گے کہ اس کا روزہ نہیں ہوا مگر یہ کہیں گے کہ روزہ کی برکت جاتی رہی اور یہ مضمون دوسرے مسئلہ کی فرع بھی ہے اور دلیل بھی۔ اب صرف پہلے مسئلہ کی دلیل کی ضرورت رہی۔ تو پہلا مسئلہ یہ تھا کہ باوجود گناہ کے بھی نیک کاموں کا ثواب ملے گا۔ دلیل اس کی یہ آیت ہے۔

فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ (الزلزال آیت ۷، ۸)

(جو شخص ایک ذرے کے برابر بھی کوئی بھلائی کرے گا اس کے فائدے کو دیکھے گا اور جو شخص ایک ذرہ بھی برائی کرے گا وہ اس کو نظر آئے گی) لفظ "من" عام ہے مطیعین[3] کو بھی اور عاصیین[4] کو بھی تو جب یہ فرمایا کہ جو شخص کرے گا تو اس کے عموم میں گنہگار اور فرمانبردار دونوں داخل ہوگئے۔ اس سے صاف طور سے معلوم ہوا کہ نیک کام کرنے پر ہر حالت میں ثواب ملے گا کسی وقت میں اس

۱۔ حدیث میں مسئلہ کو وضاحت سے بیان کیا ۲۔ ہمبستری ۳۔ فرمانبرداروں ۴۔ گنہگاروں

کا ثواب ضائع نہ ہوگا۔ اسی طرح دوسرے جملے میں بھی "مَن" عام (۱) ہے اور اس سے ناز کا علاج بھی ہوگیا جیسے پہلے "مَن" سے مایوسی کا علاج ہوگیا تھا دوسرے "مَن" میں فرمانبردار بھی داخل ہوں گے یعنی اگر کوئی بڑا ولی کامل بھی گناہ کرے تو اس کو بھی گناہ ہوگا۔

ضررِ گناہ

بعض لوگ اعتقاداً بعض حالاً یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کچھ بھی کریں ہم کو گناہ نہیں ہوتا جن کو اس کا اعتقاد ہے وہ تو کفر میں مبتلا ہیں وہ اپنی مثال ایسی سمجھتے ہیں کہ جیسے ایک دریا ہو کہ اس میں اگر پیشاب کے قطرات گریں تو وہ دریا ناپاک نہیں ہوتا بلکہ وہ پیشاب ہی اس میں فنا ہوجاتا ہے ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ تم نے جو اپنے کو دریا سے تشبیہ دی یہ تشبیہ تمہاری تراشی ہوئی ہے یا قرآن و حدیث میں کہیں یہ تشبیہ ہے۔ اگر تراشی ہوئی ہے اور تمہارے نزدیک ٹھیک ہے تو یہ بھی کرو کہ گورنمنٹ جس کی اب تک اطاعت کی ہے اب اس کی عملداری میں ڈکیتی ڈالو اور جب گرفتار ہو کر آؤ تو کہو کہ اب ہم دریا ہوگئے ہیں اگر اس عذر کو سن کر سرکار چھوڑ دے تو خدا سے بھی امید رکھو اور جیسے خدا سے امید باندھے بیٹھے ہو کہ وہ ہم کو دریا سمجھ کر چھوڑ دے گا ایسے ہی ڈکیتی ڈالنے میں سرکار سے بھی امید رکھنی چاہیئے یہ سب نفس کی شرارتیں ہیں۔

حضور ﷺ جو کہ واقع میں دریا تھے چنانچہ ارشاد ہے۔

لیغفرلک اللّٰہ ما تقدم من ذنبک وماتاخر (الفتح آیت۲)

۱۔ عربی میں لفظ "مَن" کے معنیٰ جو کے ہیں عام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو بھی نیکی کریگا یا برائی کریگا اس کو دیکھے گا چاہے ولی ہی کیوں نہ ہو یا گناہ گار ہو

(اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرمادیں گے) آپ نے تو کبھی یہ دعویٰ کیا ہی نہیں تو آج کس کا منہ ہے کہ وہ اپنے کو دریا کھے بلکہ حضور ﷺ اس مقبولیت پر یہ فرماتے تھے کہ انی اخشاکم اللہ واعلمکم باللہ (میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں) تو جب حضور ﷺ نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا اور اس بناء[1] پر کبھی کسی کا حق نہیں دبایا حتیٰ کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک صحابی کی کوکھ میں انگلی چبھودی تھی انہوں نے کہا کہ میں بدلہ لوں گا۔ آپ نے فوراً فرمایا کہ بدلہ لے لو اور اپنی کوکھ ان کے سامنے کردی انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میرا بدن تو کھلا تھا اور آپ تو کپڑا پہنے ہوئے ہیں آپ نے فوراً کرتہ اٹھادیا وہ صحابی آپ کے پہلوئے مبارک سے چمٹ گئے اور بوسے دینے لگے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا تو یہ مقصود تھا۔ لوگوں نے جو وفات نامہ میں حضرت عکاشہؓ کی حکایت گھڑلی ہے وہ صحیح نہیں حکایت یہ ہے کہ جو میں نے اس وقت بیان کی ہمارے اطراف میں جتنی کتابیں عورتوں میں رائج ہیں سب گھڑی ہوئی ہیں جیسے ساپن نامہ معجزۂ آل نبی۔ وفات نامہ البتہ معجزہ برنی صحیح ہے اس کے علاوہ جتنی کتابیں قصوں کی ہیں بالخصوص جن کا میں نے نام گنوایا ہے سب لغو ہیں اور چھوڑ دینے کے قابل ہیں۔ ایک وہ مسدس ہے جس کا ٹیپ کا مصرع یہ ہے کہ ع: مری بار کیوں دیر اتنی کری۔ یہ مسدس بھی نہایت لغو ہے اس کو ہرگز نہ پڑھنا چاہئیے اس ظالم نے ابتدا سے انتہا تک خدا تعالیٰ سے لڑائی کی ہے کہیں انبیاء کے نبوت مل جانے پر حسد ہے کہیں سلاطین کی بادشاہت پر رشک ہے اور پھر ہر حسد کے بعد یہ شکایت کہ مجھے کیوں نہیں ملا یہ کتاب ہرگز اپنے پاس یا اپنے گھر میں رکھنے

---

[1] وجہ سے

کے قابل نہیں یہ اس قابل ہے کہ ان کو بلا تامل آگ میں رکھدینا چاہئیے معجزہ آل نبی جس میں یہ قصہ لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے پہلے اپنے صاحبزادے کو کسی سائل کو دیدیا اور اس نے بیچ ڈالا بالکل غلط اور لغو ہے۔ اسی طرح حضرت عکاشہؓ کی حکایت مشہور ہے بالکل غلط ہے۔ اصل اس کی صرف یہ ہے جو مذکور ہوئی۔ غرض حضور ﷺ نے کبھی کسی کا حق نہیں رکھا۔

اسی طرح حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی اپنے کو اتنا بڑا نہیں سمجھا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اتفاقاً اگر کسی پر سختی ہو گئی ہو تو بدلہ نہ دیا ہو حضرت ابو عبیدہؓ ملک شام میں ایک لشکر کے سپہ سالار تھے وہاں کسی عیسائی بادشاہ کی تصویر کھڑی تھی بعض مسلمانوں نے جوش میں اس تصویر کی ایک آنکھ پھوڑ دی حضرت ابو عبیدہؓ کو جب خبر ہوئی تو آپ نے کہلا بھیجا کہ میں راضی ہوں کہ وہ لوگ اس تصویر کے بدلے میں میری ایک آنکھ پھوڑ ڈالیں[1]۔ حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا گیا کہ آپ اپنی زبان کو پکڑ کر کھینچ رہے اور فرمارہے ہیں هذا اوردنی الوارد (اس نے مجھ کو مصیبت میں ڈالا) اسی طرح ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو دیکھا گیا کہ مشکیزے میں پانی لیکر محلے میں بھرتے پھرتے ہیں پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایک شخص نے آکر تعریف کی تھی میں نے غور کر کے دیکھا کہ نفس اس سے خوش ہوا اس لیے ابھی کا علاج کر رہا ہوں۔ غور کیجئیے ان دونوں صاحبوں نے یہ نہیں فرمایا کہ ہم تو دریا ہیں ہمیں سب معاف ہے حضرت علیؓ نے کرتا پہنا اور اس کی آستینیں تراش دیں پوچھا گیا تو فرمایا کہ جب میں نے اس کو پہنا تو مجھے یہ اچھا معلوم ہوا اور طبیعت اس میں مشغول ہوئی اس لیے میں نے اس کی آستینیں پھاڑ دیں تا کہ یہ بد نما ہو جائے۔ اب یہ حالت ہے کہ اگر کہیں بخئیے[2] میں بھی کمی رہ جائے تو درزی کے سر پر

۱۔ یہ واجب نہیں صرف ان کا حال ہے، ہاں اگر کسی زندہ کی ظلماً آنکھ پھوڑدے تو بدلہ دیا جائیگا ۲۔ معمولی سلائی

مارتے ہیں وہ حضرات اچھے کپڑے کو بھی خراب کرلیتے تھے۔ غرض یہ کہ کسی کا یہ کہنا کہ ہم دریا ہوگئے ہیں اور ہمیں گناہ سے ضرر نہ ہوگا بالکل غلط خیال ہے۔ اس قسم کے لوگ اب بھی موجود ہیں اور پہلے بھی ہوئے ہیں چنانچہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ بعض لوگ اپنی نسبت یہ کہتے ہیں کہ نحن وصلنا فلا حاجة الی الصلوٰۃ والصوم یعنی اب ہم پہنچ گئے اس لیے ہم کو نماز روزے وغیرہ کی ضرورت نہیں آپ نے جواب میں فرمایا کہ صدقوا فی الوصول ولکن الی السقر (پہنچے ہیں تو وہ سچے ہیں لیکن جہنم میں پہنچے ہیں) اور فرمایا کہ اگر ہزار برس کی میری عمر ہو تو اخیر عمر میں بھی ایک وظیفہ بھی نہ چھوڑوں۔ غرض یہ خیال بالکل غلط ہے اور اس آیت میں فمن یعمل مثقال ذرۃ شرًا یرہ. خدا تعالیٰ اس کا ابطال[1] فرماتے ہیں۔

معصیت کا وبال

غرض اس جملے سے ناز اور دلال کی جڑ کاٹ دی ہے لیکن اس وقت مقصود پہلا جملہ ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر گنہگار بھی نیک کام کرے تو اس پر اجر ملے گا اور معصیت[2] کا وبال معصیت پر اگر وہ معاف نہ ہو تو الگ ہوگا جیسے کوئی حاکم اپنے عہدے کے کام کو بھی انجام دے اور رشوت بھی لے تو اگر حکام بالا کو اطلاع ہوجائے تو رشوت ستانی پر سزا ملے گی لیکن جس وقت تک عدالت کا کام کیا ہے اس وقت تک کی تنخواہ بھی ضرور ملے گی تو پہلا دعویٰ اس آیت سے ثابت ہوگیا رہا دوسرا دعویٰ کہ گو نفس عمل ضائع نہیں ہوا لیکن اس کی برکت اور نورانیت جاتی رہی اس کی دلیل کے متعلق میں پہلے بھی اشارہ کر آیا ہوں کہ یہی حدیث اس کی

۱۔ اس خیال کو رد کررہے ہیں ۲۔ گناہ کی سزا گناہ پر

دلیل ہے اگرچہ اس کے سوا[1] اور بھی دلائل ہیں۔ یعنی حضور ﷺ کے فرمانے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر گناہ نہ چھوڑے تو خدا تعالیٰ کو کچھ ضرورت نہیں۔ اس پر تو سب کا اجماع ہے کہ گناہ کرنے سے روزہ باطل نہ ہوگا اور اس کی قضا کرنا نہ پڑے گی۔ تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ روزہ نہ ہوگا کوئی اور معنیٰ ہیں سو وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کو زیادہ توجہ اس ترک طعام پر نہ ہوگی اور یہی حاصل ہے اس کہنے کا کہ روزے کی نورانیت کم ہوگئی اور یہ امر شاہد بھی ہے کہ اگر نیک کام کیا جائے اور گناہوں سے بچتا نہ رہے تو اس وقت طاعت کی بدولت جو نور ہوگا وہ گناہوں کے ساتھ ہرگز نہ ہوگا اور وہ رونق اور شگفتگی اور مسرت جو کہ طاعت کے کرنے سے ہوتی ہے وہ نہ ہوگی بلکہ ایسا ہوگا جیسا کہ بہت لذیذ کھانا پکایا اور اس میں تھوڑی راکھ بھی جھونکدی[2] تو راکھ جھونکنے کے بعد بھی وہ کھانا تو رہا لیکن کرکرا ہوگیا اسی طرح گنہگار آدمی نماز تو پڑھتا ہے لیکن طبیعت پھیکی پھیکی رہتی ہے وہ نشاط اور انبساط[3] جو نماز سے ہوتا ہے وہ اس کو نہیں ہوتا۔ اگرچہ دلیل سے کھیر چیپ کر یہ سمجھے کہ ثواب ملے گا لیکن قلب بالکل کورا ہوتا ہے معلوم ہوا کہ اس قدر بے برکتی ہوتی ہے کہ جو ثواب ملتا ہے وہ نظر بھی نہیں آتا بلکہ گناہوں کے حجاب[4] میں چھپ جاتا ہے اس کی ایسی مثال سمجھئے کہ جیسے کسی آئینے میں چراغ کو رکھ کر اوپر سے سیاہ کپڑا لپیٹ دو اس صورت میں چراغ کی روشنی تو باقی رہے گی لیکن اس قدر دھیمی ہو جائے گی کہ بعض اوقات رستہ بھی نظر نہ آئے گا البتہ بہت ہی کوئی دقیق النظر ہو وہ دیکھ لیگا یا کوئی دیکھ کر بتلاوے تو مان لیں گے باقی خود کچھ نظر نہ آئے گا۔ تو چونکہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ثواب ملے گا اس لیے ہم مانیں گے کہ اندر روشنی ہے مگر اس قدر مٹی پڑی ہے کہ وہ بالکل نظر نہیں

۱۔ علاوہ ۲۔ راکھ بھی ڈال دی ۳۔ وہ خوشی اور فرحت جو نماز سے ہونی چاہیئے نہیں ہوتی ۴۔ پردے ہیں

آتی یہ تو اجمالاً دعویٰ تھا اور دلیل۔

گناہ کا نیکی پر اثر

مگر دوسرے نصوص میں غور کرنے سے اس کی تفصیل کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اس تفصیل میں ان شقوں کا ذکر ہوگا جو کہ اس میں مسکوت[۱] عنہ ہیں یعنی گناہ کو طاعات سے دو قسم کا علاقہ ہے بعض تو وہ گناہ ہیں کہ نصوص سے ثابت ہے کہ وہ طاعات کو حبط[۲] کردیتے ہیں آسان لفظوں میں اس کا حاصل یہ ہے (یہ عنوان طلبہ کے لیے سہل ہے) کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ قبولیت طاعات[۳] کے لیے ان کا نہ ہونا شرط ہے اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو کوئی دخل نہیں ہے اور جن کو دخل ہے ان کی دو قسمیں ہیں بعض کا نہ کرنا صحت کی شرط ہے اور بعض کا نہ ہونا بقا کی[۴] شرط ہے۔

اول جیسے کفر کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نیک صحیح نہیں ہے اور نہ باقی رہتا ہے یعنی اگر کوئی کافر نماز پڑھے تو صحیح نہیں اور اگر کوئی نماز پڑھ کر کافر ہوجائے تو وہ نماز باقی نہ رہے گی۔ یہاں سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے جو کہ کلمات کفر کی پرواہ ہی نہیں کرتے چنانچہ دیکھا ہوگا کہ بعض لوگوں کو جب روزہ رکھنے کے لیے کہا جاتا ہے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو اگر کسی کے منہ سے یہ کلمہ نکلے گا تو وہ کافر ہوگیا اور اس کو نکاح پھر کرنا چاہیئے حج پھر کرنا چاہیئے پہلے سب عمل اس کے حبط[۵] ہوگئے جب

۱- جن شقوں کا اس حدیث میں ذکر نہیں ۲- عبادات ہی کو ضائع کردیتے ہیں ۳- عبادات کی قبولیت کے لیے ۴- یعنی عبادت کی تھی اس کے بعد وضو کرلیا تو یہ عبادت ہی ضائع ہوگئی جیسے صدقہ دیا اس کے بعد احسان جتلایا یا تکلیف دی تو وہ صدقہ باطل ہوگیا یعنی اول صدقہ پر ثواب ہوا اسی عمل کے بعد وہ ضائع ہوگیا
۵- ضائع ہوگئے

تک اس سے توبہ نہ کرے تب تک اگر یہ کوئی نیک عمل آئندہ کو کرے گا تو وہ بھی مقبول نہ ہو گا دوسرے علاوہ اس کے ایک اور عمل بھی ہے کہ نص قطعی سے ثابت ہو گیا ہے کہ اس کا اثر بھی مثل کفر ہی کے ہے یعنی اس سے بھی حبط عمل ہو جاتا ہے اور وہ عمل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا پہنچائی جائے اور حضور ﷺ کی شان میں بے ادبی کی جائے اگرچہ بلا مقصد ہو مگر قلت مبالات سے ہو اور اس سے حضور ﷺ کا مرتبہ معلوم ہو گا کہ آپ کتنے جلیل القدر ہیں۔ وہ نص قطعی یہ ہے۔

یایها الذین آمنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النّبی ولاتجهروا له بالقول کجهر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون (الحجرات آیت:٦)

(اے ایمان والو! نبی کریم ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند مت کرو اور نہ ان سے اتنی زور سے بات چیت کرو جتنی زور سے تم آپس میں کرتے ہو (اس سے) تمہارے اعمال بیکار ہو جائیں گے اور تم کو احساس بھی نہ ہو گا) اس آیت میں صاف تصریح ہے کہ بے ادبی سے حبط عمل ہو گا اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شریعت اسلامی نے سلیقہ اور ادب بھی سکھلایا ہے لوگ کہتے ہیں کہ شریعت میں سوائے نماز روزے کے اور رکھا کیا ہے واللہ العظیم لوگوں نے اسلام کی حقیقت دیکھی ہی نہیں اور جو کچھ دیکھا وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی نے محبوب کا صرف ایک ناخن دیکھا ہو اور صورت چہرہ بالکل نہ دیکھا ہو۔

اسلام فہمی کی حقیقت

ایک بہت اچھی مثال یاد آئی اس سے ہماری حقیقت فہمی اور اصلی واقفیت

کی پوری حقیقت کھل جائے گی مشہور ہے کہ اندھوں کے شہر میں ایک ہاتھی آگیا تھا جب سنا تو اس کے دیکھنے کا شوق ہوا لیکن آنکھیں تو تھیں نہیں دیکھے، کیونکر آخر سب اکٹھے ہو کر پہنچے اور اس کے قریب جا کر سب نے ہاتھ سے چھو کر اس کو دیکھا کسی کا ہاتھ سونڈ پر پڑا کسی کا پیر پر پڑا کسی کے ہاتھ میں کان آگیا کسی نے دم پکڑلی دیکھ بھال کر آپس میں اس کی ہیئت کے متعلق گفتگو شروع ہوئی ایک نے کہا کہ ایسا تھا جیسا کھمبا ہوتا ہے دوسرے نے کہا نہیں بلکہ جیسا سانپ تیسرے نے کہا نہیں بلکہ جیسے چھاج چوتھے نے کہا نہیں بلکہ جیسے مور چھل۔ مولانا رومی اس حکایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ اگر کوئی بینا ہوتا تو کہتا کہ تم سب سچے ہو اور سب جھوٹے ہو سچے تو اس لیے کہ جس نے جو کچھ دیکھا وہی آکر بیان کر دیا۔ اور جھوٹے اس لیے کہ اصل حقیقت کی خبر ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں ہوئی اس وقت مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے کہ انہوں نے اسلام کو عموماً پورا نہیں دیکھا سمجھتے ہیں کہ صرف وضو نماز ہی کا نام اسلام ہے وبس۔ میں ایک مقام پر گیا وہاں ایک اسکول بھی تھا اور اس میں دینیات کی تعلیم بھی دی جاتی تھی نصاب دینیات کو دیکھا تو اس میں صرف راہ نجات اور غضب یہ کہ اس کو کافی سمجھتے تھے میں نے کہا کہ صاحبو! اگر راہ نجات تمام ضروریات دین کے لیے کافی ہے تو بتلایئے اگر ایک شخص کے پاس تیل ہو اور ایک کے پاس سرسوں ہو اور وہ دونوں ایک دوسرے سے بدلنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی اور کیسے یہ بدلہ جائے گا سن کر کہنے لگے کہ کیا یہ بھی کوئی مسئلہ ہے افسوس ہے کہ معاملات کو اور معاشرت کو علی العموم لوگوں نے دین سے خارج سمجھ رکھا ہے لیکن تعجب ہے کہ قانون خداوندی سے تو اپنے معاملات اور معاشرت کو مستثنیٰ سمجھ لیا اور گورنمنٹ کے قانون سے مستثنیٰ نہ سمجھا۔ کبھی کسی نے گورنمنٹ سے نہ کہا ہوگا کہ تجارت وغیرہ

میں آپ کو کیا دخل ہے آپ صرف امور انتظام سلطنت میں ہم سے باز پرس کیجئے باقی یہ ہمارے ذاتی معاملات ہیں ہم کو لائسنس وغیرہ کا مقید کیوں کیا ہے کوئی شخص ایسا کہہ سکتا ہے اور اگر کہے تو پھر دیکھیے گردن ناپی جاتی ہے یا نہیں۔ یقیناً گردن ناپی جائے گی اور کہا جائے گا کہ جب ہم حاکم ہیں تو ہم کو ہر امر میں قانون مقرر کرنے کا حق ہے نہایت افسوس ہے کہ گورنمنٹ کو تو اس کہنے کا حقدار سمجھا جائے اور خدا تعالیٰ کے قانون کو صرف وضو اور نماز وغیرہ میں منحصر کر دیا جائے تو خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک قانون مقرر فرمایا ہے اور ہر چیز کا ایک قاعدہ بتلایا ہے مگر چونکہ لوگ دین کو ناتمام طور پر دیکھتے ہیں اس لیے صرف نماز روزہ یا زیادہ سے زیادہ معاملات تک شریعت کے احکام کو وسعت دیجاتی ہے اور وضع اور معاشرت و اخلاق کو اس سے خارج سمجھتے ہیں۔

تہذیب اسلام

نیز بعضے لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ہم تہذیب میں دوسری قوموں کے محتاج ہیں اور شریعت اسلام کو تہذیب سے معری(۱) سمجھتے ہیں ان لوگوں کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے کہ ایک یکچشم(۲) کی نسبت مشہور ہے کہ وہ دہلی گیا سیر کے لیے چاندنی چوک میں نکلا اتفاق سے آپ کی گردن بھی نہ مڑ سکتی تھی اس لیے جاتے وقت صرف ایک طرف کی دکانیں نظر آئیں دوسری جانب کی نظر نہ آئیں جب وہاں سے واپس ہونے لگے تو دوسری جانب کی دکانیں نظر آئیں ان کو دیکھ کر آپ فرماتے ہیں کہ دہلی کے لوگ بھی کیا ستم کے لوگ ہیں ابھی یہ دکانیں دہنی جانب تھیں ابھی ہمارے لوٹنے سے پہلے ان کو بائیں جانب اٹھا کر رکھدیا تو

۔ خالی ۲۔ کانے آدمی

ہمارے بھائیوں نے بھی شریعت کو صرف ایک طرف سے دیکھا وہ محتاج سمجھتے ہیں ورنہ شریعت اسلام میں وہ تہذیب ہے کہ دنیا میں کسی قوم کے اندر بھی اتنی تہذیب نہیں ہے چند روز آکر ہمارے پاس رہو اور پھر دیکھو کہ وہ شریعت جس کو آج خونخوار بتلایا جارہا ہے وہ کیسی دل فریب ہے جب اس کی حقیقت سے واقف ہوگے تو اس پر عاشق ہوجاؤ گے اور یہ کہو گے کہ۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

کہ سر سے پیر تک جہاں نظر کرو دل کھینچا چلا جاتا ہے۔

آداب بزرگان

تو ان ہی تہذیبوں میں سے ایک تہذیب یہ بھی ہے کہ یایھا الذین امنوا لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی[۱] اور اس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کے سامنے ذرا جھجک کر بولنا چاہیئے البتہ بات جو کہو نہایت صاف کہو کہ اس میں کسی قسم کی پیچیدگی اور گنجلک[۲] نہ ہوجائے اب ہم میں یہ منحوس حالت ہے کہ ہم دونوں میں فرق نہیں کرتے اب یا تو تکلف ہوتا ہے کہ اپنی حالت بھی صاف بیان نہیں کرتے جیسا کہ آج کل مدعیان محبت کی یہ حالت ہے کہ اگر ادب کریں گے تو یہ کہ چار دن تک رہیں گے لیکن یہ نہ بتلائیں گے کہ کس ضرورت کے لیے آئے تھے اور جب عین چلنے کا وقت ہوگا تو کہیں گے کہ میرے بارے میں کیا ارشاد ہے اور اگر کہو کہ بھائی تم نے اپنی حالت تو کہی ہوتی پھر رائے لی ہوتی تو اس کا یہ جواب کہ حضور[۳] کو تو سب روشن ہے حضور کو اپنی تو خبر ہی نہیں ان کی حالت

۱۔ اے ایمان والو نبی ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند کرو ۲۔ الجھاؤ ۳۔ یعنی آپ کو (مراد حضرت تھانویؒ) سب خبر ہے

حضور پر روشن ہو گئی میں کشف کا انکار نہیں کرتا لیکن کشف اختیاری نہیں ہوتا وہ بالکل خارج از اختیار ہے دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کو مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کی خبر نہ ہوئی اگر کشف امر اختیاری تھا تو کیوں حضرت یعقوب علیہ السلام مطلع نہیں ہوئے اور جب خبر ہوئی تو اس طرح کہ مبشر کرتہ لیکر چلا تو آپ نے فرمایا کہ انی لاجد ریح یوسف[1] لیکن یہ کھکر ڈرے کہ لوگ کہیں گے کہ اب تک تو آپ کو پتہ چلا نہیں اب یوسف علیہ السلام کی خوشبو آنے لگی اس لیے میرے کلام کو بذیان پر محمول کریں گے اس لیے فرمایا لولا ان تفندون قالوا تاللہ انک لفی ضللک القدیم. (خوشبو آرہی ہے وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں)۔ وہ حالت ہے کہ۔

گہے برطارم اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

(کبھی تو نہایت ہی بلند مقام پر بیٹھتا ہوں اور کبھی اپنے پاؤں کی پشت کو بھی نہیں دیکھتا)

تو یہ کیا ضرورت ہے کہ ہر وقت کشف ہوا ہی کرے اور وہ تمہارا حال خود بخود جان جایا کرے۔ اس کی تعلیم فرماتے ہیں عارف شیرازی۔

چندانکہ گفتم درد از طبیباں   درماں نہ کردند مسکیں غریباں

ما درد دل را بایار گفتیم   نتواں نہفتن درد از حبیباں

(میں نے ہر چند طبیبوں سے اپنا درد بیان کیا لیکن کسی نے مجھ مسکین غریب کا علاج نہیں کیا۔

ہم نے درد دل اپنے محبوب سے کہدیا اور محبوب سے درد کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتے)

مصرع ثالث[2] میں بتلادیا کہ اپنا حالِ دل پوشیدہ نہ کرے۔

۱۔ سورۃ یوسف آیت ۹۵۔ ۲۔ تیسرے مصرع میں

ممانعت اخفاء[1]

یہاں تک تعلیم ہے کہ اگر عیب بھی ہو تو مرشد سے صاف کہدے کہ میرے اندر یہ مرض ہے بعض لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ لڑکوں کی محبت میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور اپنے اس مرض کو بلی کے گو کی طرح چھپاتے ہیں اس سے کچھ نتیجہ نہیں ہوتا۔ اور چھپانے کا حکم اس موقع پر ہے کہ جہاں اظہار میں کوئی مصلحت نہ ہو اور طبیب کو دکھلانے کی ممانعت نہیں ہے اظہار کی ممانعت ایسے موقع پر ہے جیسے کہ ایک شخص کی نسبت سنا ہے کہ جب حج کو گیا تو رمی جمار کے وقت ایک لمبا جوتہ لے کر ان تین پتھروں میں سے ایک پتھر کو خوب پیٹ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ کمبخت فلاں دن تو نے مجھ سے یہ گناہ کرایا تھا اور فلاں رات کو تو نے مجھے زنا میں مبتلا کیا تھا تو ایسے موقع پر بلا کسی ضرورت اور مصلحت کے اظہار کرنا یہ تو حماقت ہے مگر طبیب سے ہرگز نہ چھپاؤ اور اگر یہ خیال ہے کہ ہم ان کی نظروں میں ذلیل ہوجائیں گے تو ایسے شخص کو پیر نہ بناؤ جس پر یہ احتمال ہو کہ وہ تم کو ذلیل سمجھے گا یا رسوا کرے گا اور جو سچے لوگ ہوتے ہیں وہ کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے کیونکہ جانتے ہیں کہ ع۔

تا یار کرا خواہد میلش بکہ باشد

(اس وجہ سے کہ پتہ وہ دوست کس کو بنائے گا اور کس کی طرف مائل ہوگا)

وہ رکتے لو بی ذلیل نہیں سمجھتے وہ کسی کی نسبت یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ مقبول نہ ہوگا ان کا مذہب یہ ہے کہ۔

غافل مرد کہ مرکب مردان زہد را	در سنگلاخ بادیہ پیما بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش	ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

۱- اپنے مرض روحانی کو شیخ سے چھپانا نہ چاہیئے

(غافل ہو کے مت چلا اس وجہ سے کہ اہل زہد کی سواریوں نے صحرا کی پتھریلی زمین میں ٹھوکریں کھائی اور ان کے پاؤں کٹ گئے)

تو جن کا یہ مذہب ہو تو وہ کسی کو حقیر سمجھیں گے ہرگز نہیں اور اگر کہے کہ وہ کسی سے کہہ دیں گے اور وہ ہم کو ذلیل سمجھے گا تو یاد رکھو کہ وہ کسی سے نہ کہیں گے وہ خدا کا راز تو کہتے نہیں جس کے ظاہر کرنے سے خدا تعالیٰ کا کوئی ضرر نہیں۔ تمہارا راز کیا کسی سے کہیں گے جس کا اظہار تمہارے لیے مضر ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ خود اسرار اللہ کے باب میں فرماتے ہیں کہ منصور بچہ بود از یک قطرہ بفریاد آمد اینجا مرد آنند کہ دریا با فرو برند و آروغ نزنند"[1] (منصور بچہ تھا کہ ایک ہی قطرے میں فریاد کرنے لگا یہاں تو مرد ہیں کہ دریا کا دریا پی جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے) غرض جب یہ بھی اندیشہ نہیں تو ویسی ہی عزت سب کی نظر میں رہے گی جیسے اب ہے اور ویسی ہی ان کی نظر میں بھی رہے گی اور اس لیے حدیث میں آیا ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے کچھ مانگو تو صلحاء یعنی بزرگوں سے مانگو کیونکہ بھیک بوجہ اپنی ذلت اور دوسرے کی گرانی کے حرام ہے اور بزرگوں میں یہ دونوں باتیں نہ پائی جائیں گی ذلت تو اس لیے کہ وہ کسی کو ذلیل نہیں سمجھتے اور گرانی اس لیے نہیں ہوتی کہ وہ بوجہ آزادی کے پابند نہیں کہ ضرور ہی دیں اگر نہ ہوگا تو بے تکلف عذر کردیں گے اور اگر کبھی غفلت[2] سے ایسا ہوا بھی کہ وہ ذلیل سمجھیں تو ان کو فوراً تنبیہ کی جاتی ہے اس لیے پھر آئندہ اس کا احتمال نہیں رہتا۔ حضرت جنیدؒ نے مسجد میں ایک شخص کو دیکھا کہ خوب قوی اور تندرست موٹا تازہ ہے اور بھیک مانگتا ہے انہوں نے اپنے دل میں اس پر طعن اور اعتراض کیا رات کو خواب میں دیکھا کہ کوئی مردے کا گوشت کھانے کو کہتا ہے اور ان کے انکار پر کہتا

۱۔ یہ اشارہ منصور کے کلمہ انا الحق کہنے کی طرف ہے ۲۔ بے توجہی

ہے کہ تم نے آخر اس فقیر کی غیبت کر کے مردے کا گوشت کھایا نہیں تھا انہوں نے کہا کہ میں نے تو اس کو کچھ نہیں کہا۔ جواب ملا کہ کیا غیبت دل میں نہیں ہوتی بلکہ اول تو دل ہی میں پیدا ہوتی ہے۔

ان الکلام نفسی الفواد وانما ۔ جعل اللسان علی الفواد دلیلا

(کلام دل میں ہوتا ہے اور وہی زبان تو دل کی ترجمان بنائی گئی ہے)

آپ بیدار ہو کر چلے معاف کرانے کے لیے اس شخص نے آپ کو آتے دیکھ کر دور ہی سے یہ آیت پڑھی۔

ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہٖ (الشوریٰ آیت:۲۵)

(وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں)

اور پھر فرمایا کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔ تو یہ شخص بہت بڑا کامل تھا غرض بزرگوں کی اس طرح اصلاح ہوتی رہتی ہے اس لیے وہ کسی کو حقیر نہیں سمجھتے بلکہ دنیا بھر سے اپنے ہی کو اذل[1] وارزل سمجھتے ہیں حتیٰ کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ کوئی شخص مومن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے کو کافر فرنگ سے بھی بدتر نہ سمجھے تو چونکہ وہ لوگ اپنے کو بہت ہی حقیر سمجھتے ہیں اس لیے ان کے سامنے اپنے عیب کا ظاہر کر دینا کچھ مضائقہ نہیں اور اگر کہو کہ کسی بزرگ کا کلام ہے کہ۔

چہ حاجتیست بہ پیش تو حال دل گفتن ۔ کہ حال خستہ دلاں را تو خوب میدانی

(تیرے سامنے حال دل کہنے کی کیا ضرورت ہے تو خستہ دلوں کی حالت کو خوب جانتا ہے)

تو سمجھو کہ یہ خطاب خدا تعالیٰ کو ہے نہ کہ کسی ولی یا بزرگ کو لیکن کہو خدا تعالیٰ سے بھی ضرور تا کہ تمہاری عاجزی اور احتیاج ظاہر ہو اور پیر سے اسلیے ضرور کہو

۱۔ کم درجہ اور حقیر

کہ اس کو کشف ہونا ضروری نہیں ہے دوسرے اگر کبھی ہوا بھی ہو تو تم کو کیا خبر کیا تم کو بھی اس کے کشف کا کشف ہوا ہے تو یہ تو تکلف ہے بزرگوں کے پاس جا کر کچھ نہ کہیے اور یہ بے ادبی ہے کہ وہاں جا کر پتھر توڑنے لگے اسی کو فرماتے ہیں کہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبیؐ ولا تجھروا لہ بالقول (الحجرات آیت۲)

تعلیم ادب

عرب میں بے تکلفی بہت زیادہ تھی بڑے بڑے لوگوں کے نام لیتے تھے چنانچہ حضور ﷺ کا نام بھی بعض نے لیا خدا تعالیٰ نے اس تعلیم میں اس کی ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ ہم اس لیے کہتے ہیں کہ تمہارے اعمال حبط نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ انتم لا تشعرون کے معنیٰ میں یہ سمجھا ہوں کہ حبط ہوتا ہے ایذاء[۱] سے اور ایذا ہوتی ہے ایسے شخص کی بے ادبی سے جو مؤدب سمجھا جاتا ہو اور یہ فطری قاعدہ ہے چنانچہ حکام کو دیکھو کہ دیہاتیوں سے بہت سی باتیں گوارا کرلیتے ہیں جو کہ شہریوں سے ہرگز گوارا نہیں ہو سکتیں۔ ایک دیہاتی کی حکایت ہے کہ اس نے ایک درخواست پیش کی تو کاغذ پر ٹکٹ نہیں لگایا اور جب حاکم نے اس سے کہا کہ اس پر ٹکٹ لگاؤ تو روپیہ جیب سے نکال کر کہتا ہے لے روپیہ بس تیری صاحبی معلوم ہو گئی اس میں سے ٹکٹ لیجئو جو بچے رکھ لیجئو حاکم ہنس کر خاموش ہو گیا اور درخواست مفت لے لی بھلا کوئی شہری تو ایسا کر کے دیکھے کہ اسکی کیا گت بنتی ہے اسی کو کہتے ہیں۔

سقت عاشق ز ملتہا جدا است　　　عاشقاں را مذہب وملت جدا است

۱۔ تکلیف دینے سے

(عاشق کا مذہب سارے مذہبوں سے جدا ہے اور ان کا ملک سب سے الگ ہے)

گر خطا گوید ورا خاطی بگو　　　　در شود پر خوں شہیداں را مشو

(اگر وہ غلط ہے تو ان سے غلط گو مت کہو اور اگر وہ شہید ہو جائے تو اس کا خون مت دھوؤ)

موسیا آداب دانا دیگر اند　　　　سوختہ جان ور دوانا دیگر اند

(کالے بال والے اور آداب سے واقف دوسرے ہیں اور سوختہ جان اور رواء ہونے والے دوسرے ہیں)

تو دیکھئے خود فرماتے ہیں کہ موسیا آداب دانا دیگر ند۔ اس لیے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

با ادب ترنیست زو کس در جہاں　　　　بے ادب ترنیست زو کس در جہاں

(اس سے زیادہ با ادب دنیا میں کوئی نہیں اس سے زیادہ بے ادب دنیا میں کوئی نہیں)

اس کی کئی توجیہیں ہو سکتی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہے کہ بعض عشاق بہت با ادب ہوتے ہیں اور بعض مغلوب الحال ہوتے ہیں اور پہلوں کو فوراً تنبیہ ہوتی ہے چنانچہ ایک بزرگ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ بارش پر یہ فرمایا کہ آج کیسے موقع سے بارش ہوئی ہے فوراً تنبیہ کی گئی کہ او بے ادب اور بے موقع کس روز ہوئی تھی سن کر ہوش اڑ گئے اور مواخذہ[۱] بالکل سچا ہے کیونکہ بے موقع کبھی بھی نہیں ہوتی تو با ادب جب بے تمیزی کرتا ہے تو بہت ناگواری ہوتی اس کی اصلاح اس آیت میں فرماتے ہیں اور اس کی متعدد جگہ اصلاح فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے۔

۱۔ گرفت

یاایھاالذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبیّ الاّ ان یّؤذن لکم الی طعام غیر نظرین انه ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستأنسین لحدیث ان ذلکم کان یوذی النبیّ فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق (الاحزاب آیت:۵۳)

(ترجمہ کا حاصل یہ ہے کہ اے مومنو! تم پیغمبر ﷺ کے گھروں میں بجز دعوت کے ویسے مت جاؤ اور اس میں بھی پہلے سے جا کر انتظار تیاری میں مت بیٹھو بلکہ جب بلایا جائے جاؤ اور کھاتے ہی منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں مشغول ہو کر مت بیٹھ جاؤ اس سے نبی کریم ﷺ کو ایذا ہوتی ہے اور وہ لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کیوں شرمانے وہ تو خدا تعالیٰ ہیں دیکھئے اس انداز سے کیا صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے کیسا بیدھڑک فرمادیا کہ واللہ لایستحی من الحق ایک جگہ ارشاد ہے: لاتکونوا کالذین اذو موسیٰ فبرأہ اللہ مما قالوا (الاحزاب آیت۶۹) (ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی تھی بس اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے قول سے بری کردیا) غرض اس کا بہت اہتمام فرمایا گیا ہے کہ ایذا نہ ہو تو ایذاء رسول حرام ہے۔

اثر ایذاء رسول

اس کا وہ اثر ہے جو کہ کفر کا ہے اور بعض اوقات یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ایذاء[1] ہوئی ہے یا نہیں اور اعمال حبط ہو جاتے ہیں اس لیے ارشاد ہوا کہ وہ کام بھی نہ کرو جس میں ایذاء کا احتمال بھی ہو اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو ایذاء پہنچانے سے اعمال حبط[2] ہو جاتے ہیں البتہ اگر یہ ثابت

۱- تکلیف ۲- اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

ہوجائے کہ حبط کے کچھ اور معنیٰ ہیں تو خیر لیکن اس وقت تک مجھے یہی معلوم ہے کہ حبط کے یہی معنیٰ ہیں تو معاصی میں صرف یہ معصیت ایسی ہے البتہ کفر تو ایسی چیز ہے کہ طاعت کی بقاء اور صحت دونوں اس کے ترک پر موقوف ہیں۔ اور بعض معاصی ایسے ہیں کہ ان کا ترک ہی شرط بقاء عمل ہے یعنی عمل تو صحیح ہوگیا تھا لیکن وہ معلق رہا کہ اگر وہ عمل نہ ہوتا تو باقی رہتا ہے ورنہ باطل ہوجاتا ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔

یایھاالذین آمنوا لاتبطلوا صدقتکم بالمنّ والاذیٰ.

(اے مؤمنو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر باطل مت کرو)

لاتبطلوا کے معنیٰ یہ ہیں کہ قبل منّ واذیٰ ثواب تو ہوا تھا لیکن وہ منّ واذیٰ[۱] سے پھر جاتا رہا۔ غرض بعض معاصی کو یہ دخل ہوا پس ہمارے اس دعوے میں کہ معاصی سے طاعات کا ثواب زائل نہیں ہوتا۔ معاصی سے مراد ایسے معاصی مذکورہ نہیں ہیں بلکہ وہ معاصی مراد ہیں جن کے وجود کو طاعت کے وجود یا بقاء میں دخل[۲] نہ ہو ایسے گناہوں میں میں دعویٰ کرتا ہوں کہ ان سے نیکیاں ضائع نہیں ہوتیں اور اس کی ایک اور بھی دلیل ہے فرماتے ہیں ان الحسنٰت یذھبن السیئات (النساء آیت ۳۱) (درحقیقت نیکیاں برائیوں کو ختم کرتی ہیں) تو گناہ کرنے سے اگر نیکیوں کا ثواب نہ ملے تو نیکیوں میں یہ اثر جو مصرح[۳] ہے کہاں سے آئے گا اور اس سے ایک بڑی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ گناہوں سے تو نیکیاں نہیں مٹتیں لیکن نیکیوں سے گناہ دھل جاتے ہیں تو یہ نہایت قوی دلیل ہے البتہ اس کے متعلق یہ مستقل تحقیق ہے کہ سیئات[۴] سے مراد یہاں

۱۔ احسان جتانے اور تکلیف دینے ۲۔ ایسے گناہ مراد ہیں جن کے پائے جانے کو اس عبادت کے پائے جانے پر اس کے باقی رہنے میں دخل نہ ہو جیسے پیچھے ذکر کردیا کفر اور احسان جتانا بعد صدقہ ۳۔ نیکیوں کا وہ اثر جس کو بیان کیا گیا ۴۔ گناہوں

صغائر[1] ہیں یعنی نیکیوں سے جو گناہ معاف ہوتے ہیں وہ صغیرہ ہیں اور کبائر صرف توبہ سے یا فضل بلا[2] وعدہ سے معاف ہوتے ہیں البتہ ایک روایت سے شبہ ہوتا ہے کہ صغیرہ بھی جب معاف ہوتا ہے کہ جب کبیرہ سے بچا رہے کیونکہ حدیث میں ہے: ما اجتنب الکبائر. نیز ایک آیت سے بھی یہ شبہ ہوتا ہے آیت یہ ہے: ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ نکفر عنکم سیئاتکم. (اگر تم کبیرہ گناہوں سے جس سے کہ تمہیں روکا جاتا ہے بچتے رہو ہم اسے تمہارے صغیرہ گناہوں کا کفارہ بنادیں گے)

بے برکت نیکی

اب ضرورت ہے اس حدیث اور آیت کے معنیٰ سمجھنے کی تو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کفارات لما بینھن ما اجتنب الکبائر اور "ما" عام ہے تو ترجمہ یہ ہوا کہ سارے گناہوں کا کفارہ تو جب ہی ہے کہ کبائر سے بچے ورنہ سب کا نہیں بلکہ صرف صغائر کا ہوگا یہ لازم نہیں آتا کہ صغیرہ بھی معاف نہ ہو اور آیت کے معنیٰ اس سے بھی زیادہ صاف ہیں یعنی ان تجتنبوا میں ایک شرط کی دو جزائیں ہیں نکفرہ اور ندخلکم مدخلاً کریما (ہم تمہیں بہترین جگہ داخل کریں گے) پس اس مجموعہ کے لیے جزا میں بیشک یہی شرط ہے کہ کبائر سے بھی بچے اور اگر کبائر صادر ہوئے تو مجموعہ مرتب[3] نہ ہوگا یعنی مدخل کریما بمعنیٰ دخول جنت بلا عقاب و عتاب توبہ یا فضل پر موقوف[4] ہوگا پس اب وہ شبہ نہ رہا اور یہ ثابت

۱- چھوٹے گناہ ۲- ایسا فضل جس کا وعدہ نہیں کیا اگر کسی پر متوجہ ہوگیا تو البتہ اس کے گناہ معاف ہوسکتے ہیں ۳- یعنی جب گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تو یہ بات نہ پائی گئی کہ صغیرہ اور کبیرہ دونوں سے بچے اس پر یہ نتیجہ بھی مرتب نہیں ہوگا کہ بلا جزا و سزا جنت میں داخل ہو ۴- پس بلا جزاء و سزا کے جنت میں داخلہ یا توبہ یا اللہ کے فضل خاص پر موقوف ہے

رہا کہ گناہ معاف ہوتے ہیں حسنات سے تو اگر نیکیاں قبول نہ ہوتیں تو اس میں یہ اثر کہاں سے ہوا پس معلوم ہوا کہ قبول تو ہوئیں لیکن ان میں برکت نہیں ہوئی اور یہ برکت نہ ہونا اس حدیث سے ثابت ہے جس کو میں نے روزے کے باب میں پڑھا ہے چنانچہ اب میں اس حدیث سے اس کو ثابت کرتا ہوں فرماتے ہیں کہ اگر گناہوں سے نہ بچے تو کھانا پینا چھوڑنے سے کیا فائدہ۔ حضور ﷺ فائدہ کی نفی فرما رہے ہیں اور یہ میں پہلے بدلیل[۱] کہہ چکا ہوں کہ روزہ ہو جاتا ہے باوجود گناہوں کے بھی تو جو فائدہ منفی رہا وہ روزے کی برکت ہے اور اس سے وہ مقصود بھی ثابت ہوا جس کے لیے مقصوداً اس حدیث کو پڑھا ہے یعنی گناہ کے ترک[۲] کا اہتمام بالخصوص روزے میں ضروری ہے۔

نفس سے کام لینے کا طریقہ

اب میں زیادہ تطویل[۳] کرنا نہیں چاہتا ہر مسلمان جانتا ہے کہ گناہ برا ہے تو کم از کم مہینہ بھر کے لیے تو گناہ چھوڑو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس مہینہ کے بعد گناہ کرنے کی اجازت ہے بلکہ نفس سے وعدہ لینا چونکہ مشکل ہے اس واسطے میں نے یہ کہا کہ ایک مہینے کے لیے تو گناہ نہ کرنے کا عہد کر لو۔ اس میں آسانی ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لیے تنبہ ہو جاتا ہے۔ بعض نے اپنے نفس کو اسی طرح ایک ایک گھنٹہ دو دو گھنٹہ کا وعدہ لے کر بہلایا اور ذکر میں مشغول کیا ہے نفس جتنا شریر ہے اتنا ہی بھولا ہے اس کو شیطان نے شریر بنا رکھا ہے گو بزرگوں کے سامنے شیطان بھی بہت عاجز و پریشان ہوتا ہے اور اس کی عقل بھی چرخ ہو جاتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے پاس ایک شخص آیا نہایت ہی پریشان اور کہا کہ میں نے

۱۔ دلیل سے بیان کر چکا ۲۔ گناہ چھوڑنے کا اہتمام ۳۔ تفصیل

اپنا خزانہ ایک جگہ دفن کردیا تھا اور اب مجھے یاد نہیں رہا کہ میں نے کہاں دفن کیا تھا آپ نے فرمایا کہ تو گھر جا کر نفلیں شروع کردے اور پکا ارادہ کرلے کہ جب تک یاد نہ آئے گا برابر نفلوں میں مشغول رہوں گا انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا۔ امام صاحب کا ذہن اس طرف گیا کہ شیطان نے اس کو بھلایا ہے۔ اور جب یہ نفلیں شروع کرے گا تو شیطان کو اس طاعت میں مشغول ہونے سے سخت رنج ہوگا اور وہ زیادہ دیر تک اس میں مشغول نہ رہنے دیگا اس لیے وہ فوراً یاد دلادے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا تو اہل اللہ کے سامنے اس کی عقل بالکل چرخ ہے البتہ ہم جیسوں پر اس کا بہت زور ہے اور یہ ایسا گھاگ ہے کہ جب یہ مردود ہوا ہے تو لاغوینہم[۱] کے ساتھ الا عبادک منہم المخلصین[۲] بھی کہدیا تاکہ بات ہیٹی نہ ہو۔ حاصل یہ کہ شیطان کو بھی دھوکہ ہوجاتا ہے لیکن نفس کو بہت ہی زیادہ ہوتا ہے کیونکہ نفس ہر ایک کا علیحدہ ہے اور کم عمر ہے تو گویا وہ بچہ ہے کہ شریر بھی اور بھولا بھی کیونکہ بچوں میں دو صفتیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ شریر بچوں کی حکایت یاد آئی ایک مرتبہ ایک میاںجی کے پاس بتاشے آئے اس کو خیال ہوا کہ کھلے رکھوں گا تو لڑکے کھا جائیں گے اس لیے بدھنے[۳] میں بھر کر اس کا منہ آٹے سے بند کردیا۔ ایک وقت جو میاںجی کہیں گئے تو لڑکوں نے مشورہ کرکے بدھنے کی ٹونٹی میں پانی بھرا اور خوب شربت بنا کر پیا کسی نے خوب کہا ہے۔

والنفس کالطفل ان تہملہ شب علی　　　حب الرضاع وان تفطمہ ینفطم

کہ نفس کی حالت بچے کی سی ہے کہ اگر دودھ نہ چھڑا تو دس برس کی عمر تک بھی دودھ مانگے اور اگر چھڑادو تو چھوڑ دیگا اس لیے ایک بزرگ نے اس سے یہ صلح کرلی تھی کہ ایک گھنٹہ ذکر کرلو اس کے بعد پھر ایک گھنٹہ کے لیے اسی طرح مدتوں

۱۔ البتہ میں ان کو ضرور بھٹکاؤنگا ۲۔ مگر ان میں سے تیرے مخلص بندے ۳۔ لوٹے

مشغول رہے۔ ایک اور بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کو حلوا بہت مرغوب تھا تو اپنے نفس سے کہتے کہ دس رکعتیں پڑھ لو تو پھر حلوا کھالینا چنانچہ پھر حلوا کھلا دیتے ہمارے حضرتؒ[۱] فرمایا کرتے تھے کہ نفس کو خوب کھلاؤ پلاؤ اور اس سے خوب کام لو کہ۔ ع۔

مزدور خوشدل کند کار بیش[۲] واللہ یہ حکمت آب زر[۳] سے لکھنے کے قابل ہے اور حضرت کی ان حکمتوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طبیب[۴] کامل تھے کیونکہ ہماری حالت یہ ہے کہ اگر کچھ دیتے رہو تو کام کرتا رہے گا ورنہ نہیں ہاں اتنا بھی نہ دو کہ شریر ہوجائے غرض نہ اتنا کم دو کہ ضعیف ہو کر کام کرنے کے قابل بھی نہ رہے اور اس قدر زیادہ دو کہ وہ بالکل ہی شریر ہوجائے۔ ہمارے تمام حضرات کا طریقہ یہی ہے کہ سہولت سے کام ہوجائے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ[۵] سے ایک شخص نے پوچھا کہ ذکر میں نیند بہت آتی ہے فرمایا علاج یہ ہے کہ تکیہ رکھکر سو رہا کرو جب نیند بھر جائے پھر اٹھ کر کام میں لگ جاؤ واللہ اکبر کس قدر آسانی ہے اور پھر یہ کہ مقصد میں کامیابی بھی ہوتی ہے۔ یہ محض اس کی بدولت ہے کہ ان حضرات کا سلسلہ بالکل سنت کے موافق اور یہ سب حضرات نہایت درجہ سنت کے متبع ہیں تو چونکہ اس سلسلے میں اتباع سنت ہے اس لیے اس میں لوگوں کو کامیابی تھوڑی سی توجہ میں ہوجاتی ہے تو یہ بزرگ جن کی حکایت بیان کی ان کی عادت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توسع کرنے دیتے۔ ہاں معاصی سے سخت روکنا چاہیئے اب بعض تو یہاں تک وسعت کرتے ہیں کہ معاصی سے بھی نہیں روکتے اور بعض اس قدر تنگی کرتے ہیں کہ مباحات[۶] کو بھی ترک کردیتے

۱۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ ۲۔ خوش دل مزدور خوب کام کرتا ہے ۳۔ سونے کے پانی سے ۴۔ روحانی طبیب کامل ۵۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ۶۔ جائز کاموں

ہیں حالانکہ مآل (۱) دونوں کا خراب ہے۔

رمضان کے اثرات

تو نفس سے یہ کہدو کہ رمضان تک کوئی گناہ نہ کرے اور صرف ایک مہینہ کا عہد اس سے لو پھر اس کے بعد میرا یقین ہے کہ رمضان تقویٰ کی حالت میں گذر گیا تو پھر یہ تقویٰ انشاء اللہ تعالیٰ نہ ٹوٹے گا۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ رمضان جس حالت پر گذرتا ہے بقیہ گیارہ مہینے بھی نہایت آسانی سے اسی حالت پر گذر جاتے ہیں اور آسانی سے اس لیے کہا کہ تم یہ نہ کہو کہ گناہ سے گیارہ مہینہ تک بچا رہنا یہ تو ہمارا فعل اختیاری ہے اگر ہم قصد کریں گے تو بچے ہی رہیں گے اس میں رمضان کو کیا فضل ہوا۔ تو صاحبو! فرق یہ ہے کہ ویسے دشواری سے بچتے اور رمضان کی برکت سے باسانی بچ سکو گے اور قصد کی ضرورت تو ہر حال میں ہے غرض اس ماہ کے لیے سب گناہ چھوڑ دو زبان کے گناہ بھی جیسے گالیاں غیبت شکایت کرنا کسی ناجائز مضمون کا پڑھنا۔ کان کے گناہ بھی جیسے گالیاں سننا گانا سننا ہاتھ کے گناہ بھی جیسے کسی پر ظلم کرکے اس کو مارنا پیٹنا سودی مضمون کا لکھنا وغیرہ۔ اسی طرح پیر کے گناہ بھی جیسے ناچ کی مجلس میں جانا۔ جھوٹے مقدمے کی پیروی کے لیے جانا۔ جھوٹی شہادت کے لیے جانا۔

پیٹ کا گناہ

اور سب سے بڑھ کر ایک گناہ ہے کہ اس کو تو ضرور ہی چھوڑ دینا چاہیئے یعنی پیٹ کا گناہ کیونکہ اگر اس کو نہ چھوڑا تو دوسرے گناہوں کا چھوڑنا نہایت

۱۔ انجام

دشوار ہوگا اس لیے کہ پیٹ تمام بدن کا حوض ہے یہ ایک حدیث ہے پس اگر اس میں گندا پانی ہوگا تو تمام نالیوں میں گندا ہی پہنچے گا۔ اور یہ حدیث صحت ظاہر و باطن دونوں کے لیے عام ہے یعنی ظاہری بیماریاں بھی جتنی پیدا ہوتی ہیں اکثر ان کا سبب پیٹ ہی کی خرابی ہوتی ہے اسی طرح باطن کے امراض بھی جس قدر پیدا ہوتے ہیں ان کا منبع[1] بھی بطن[2] ہے تو جس طرح ظاہری امراض کے واسطے طبیب کے قول پر عمل کر کے پیٹ کی اصلاح کرتے ہو اسی طرح باطنی امراض کے ازالے کے لیے اطباء باطن[3] کے قول پر عمل کر کے حرام کھانا چھوڑو۔

صحت ایں حس بجوئید از طبیب ‏ ‏ ‏ صحت آں حس بجوئید از حبیب[4]

تو ایک صحت روحانی ہے اور ایک صحت جسمانی۔ جسمانی تو یہ کہ جیسی غذا معدے میں ہوگی اسی کے مناسب سب جگہ تقسیم ہوگی۔ اور روحانی یہ کہ اگر حلال غذا معدے میں پہنچی تو تمام اعضاء کو توفیق نیک اعمال کی ہوگی اور اگر حرام غذا پہنچی تو تمام اعضاء کو معاصی کی طرف میلان ہوگا تو کم از کم اتنا کرو کہ رمضان بھر کے لیے تو رشوت کا، سود کا، غصب کا، مورثی کا، اناج نہ کھاؤ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ رمضان کے بعد مثلاً مورثی کا کھانا حلال ہو جائے گا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر رمضان بھر اس سے بچے رہے تو پھر امید ہے کہ ہمیشہ بچے رہو گے اور جو لوگ ایسے ہیں کہ ان کے پاس تمام آمدنی مورثی ہی کی ہے وہ کم سے کم اتنا کریں کہ کسی سے بے سودی ادھار لے لیں اگرچہ اس کو اگلے ہی دن ادا کر دیں اور جس جگہ سے بھی ادا کریں گے مگر وہ اناج حلال ہو جائے گا اگرچہ یہ مسئلہ لکھنے کے قابل نہ تھا کیونکہ اس سے لوگوں کے جرات بڑھنے کا اندیشہ ہے لیکن شفقت کے غلبے نے لکھلا دیا کہ

۱۔ سرچشمہ ۲۔ پیٹ ۳۔ باطنی طبیب یعنی مشائخ ۴۔ جسم کی صحت اس طبیب یعنی ڈاکٹر سے تلاش کرو اور روحانی بیماری کی صحت حبیب خدا محمد رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرو

ایک دس روپیہ کا اناج ادھار لے لو اور اگر روپیہ نہ ہوں تو اناج ہی ادھار لے لو۔ اور اس میں ایک مسئلہ بھی سمجھ لو یعنی اناج ادھار لینے کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ ہم تم کو اس کے عوض میں فلاں اناج دیدیں گے یہ ناجائز ہے اور اس میں بہت تفصیل ہے۔ دوسرا طریق وہ ہے کہ جس طرح علی العموم[1] گھروں میں ادھار لیا جاتا ہے کہ ایک سیر بھر آٹا دیدو جب ہمارے پاس ہوگا تو تم کو دیدیں گے تو تم اسی طرح بنئے سے اناج قرض لے لو اور پھر اس کا قرض چاہے موروثی اناج میں سے ادا کردینا اور بنئے کے لیے موروثی اناج لینا حرام نہیں بلکہ اور بھی بہت سی باتیں اس کو حرام نہیں ہیں کیونکہ وہ خدا کا باغی ہے اس کے جرم بغاوت کے سامنے کہ وہ بہت بڑا جرم ہے ان چھوٹے چھوٹے جرموں پر مقدم نہیں ہوتا۔ غرض بنئے سے یوں کہو کہ ہم کو اناج ادھار دیدو پھر ہم ادا کردیں گے اس کے بعد چاہے ایک گھنٹہ میں ہی ادا کردینا۔ اور اگر بے سودی نہ ملے تو ہرگز نہ لو مگر انشاء اللہ تعالیٰ مل جائے گا مگر یہ نہ سمجھنا کہ یہ تو بہت اچھی ترکیب معلوم ہوگئی اب جب کبھی حرام چیز آیا کرے گی اس کے بدلے میں حلال چیز لے لیا کریں گے۔ سو یاد رکھو کہ میں نے جو بتلایا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں کچھ بھی گناہ نہ ہوگا کئی گناہ اس میں بھی جمع ہیں۔ اول حرام اناج یا مال لینا۔ دوسرے کسی کو حرام دینا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں حرام کھانے سے بچ جائے گا گو دوسرے گناہ رہیں کہ ان کا ترک بھی واجب ہے اور حرام دینا یا کھلانا کسی کو ایسا گناہ ہے کہ کتے کو بھی کھلانا درست نہیں۔ اور اسی سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اکثر لوگ جو ناپاک چیز گائے یا بھینس کو کھلا دیتے ہیں یا بھنگن کو دیدیتے ہیں یہ جائز نہیں البتہ یہ جائز ہے کہ کسی جگہ رکھ دیا جائے اور وہ حرص کے مارے بغیر تمہارے ایماء کے خود ہی اٹھا کرلی جائے یا کتا

---

[1] ۱۔ عام طور پر

خود کھالے لیکن اگر تم سے کوئی پوچھے کہ میں اٹھالوں یا نہیں تو تم صاف کہدو کہ ہم سے کیوں پوچھتے ہو۔

غرض رمضان میں ہر قسم کے گناہ بالکل چھوڑ دو پھر انشاء اللہ تعالیٰ وہ روزہ مبارک روزہ ہوگا اور پھر وہ روزہ تمہاری شفاعت کرے گا اور وہ روزہ وہ ہوگا جس کی بابت فرماتے ہیں انا اجزی بہ. اور اگر گناہ نہ چھوڑے تو روزہ تو ہوگا لیکن ایسا ہوگا کہ جیسے تم کسی اپنے دوست سے کہو کہ ہم کو ایک آدمی لادو اور وہ کسی ایسے آدمی کو لاوے کہ اس کے کان بھی نہ ہوں آنکھ بھی نہ ہو لنگڑا بھی ہو لنجا بھی ہو بات بھی نہ کرسکتا ہو تو یہ شخص آدمی تو ضرور ہے لیکن محض بیکار صرف ایک سانس کے چلنے کی وجہ سے اس کو حیوان ناطق کہیں گے تو جیسے یہ شخص آدمی ہے بھی اور نہیں بھی ایسا ہی یہ روزہ ہے اور نہیں ہے اور یہ روزہ اس قابل ہے کہ اس کو روضہ[1] میں دفن کردیا جائے اس لیے حضور ﷺ اس حدیث میں ترغیب دے رہے ہیں کہ روزہ میں گناہ کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔

اب ختم کرتا ہوں مجھے جو کچھ کہنا تھا میں کہہ چکا ہوں۔ خدا تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

تمت

۱۔ باغ میں دفن کردیا جائے